© rasailojaraid.com

ایک سماع کا مسئلہ ایسا رہ گیا تھا جس پر وہ "محضر" تیار کر سکتے تھے۔ سہروردی بزرگوں نے تصوف کے نظری مباحث پر خوب خوب لکھا اور یہ سلسلہ بعد میں کئی صدیوں تک جاری رہا۔ لیکن چشتیہ سلسلے کی مقبولیت کے دو بڑے اسباب تھے ایک تو یہ کہ چشتی بزرگوں نے حاکمانِ وقت سے اپنے روابط نہیں رکھے بلکہ عوام کے پس ماندہ طبقوں سے گہرا تعلق قائم کیا۔ سلاطینِ تغلق کے زمانے تک سہروردی سلسلے کے بزرگوں کو قصرِ سلطانی میں اتنا رسوخ حاصل تھا کہ وہ نہ صرف حاجت مندوں کی عرضیاں لے جاکر بادشاہ کو پیش کرتے تھے بلکہ حضرت رکن الدین ملتانی نے اپنا رسوخ استعمال کر کے محمد تغلق کے ہاتھوں ملتان کو قتل عام سے بچالیا تھا۔ مگر چشتیہ سلسلے کے بزرگ اس کے برعکس ان پریشان حال درماندہ اور حاجتمندوں کے لیے دعا اور تعویذ ہی پر قناعت کرتے تھے، اس کی نوبت تقریباً نہیں آتی تھی کہ وہ کسی کے لئے بادشاہ وقت سے سفارش بھی کریں۔ اس طرح ابتدا میں اس خانوادے کے بزرگوں نے تصنیف و تالیف سے احتراز کیا چنانچہ اگر حضرت نظام الدین نے یہ فرمایا کہ "ہمارے مشائخ میں سے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی" تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چشتی بزرگوں نے تصوف کے نظریاتی مباحث پر ایسی کوئی تصنیف نہیں چھوڑی جیسی "مرصاد العباد" "قوت القلوب" "کشف المحجوب" "التعرف" "عوارف المعارف" یا آداب المریدین وغیرہ ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ چشتی بزرگوں نے تصوف کو سراسر "حال" سمجھا اور اس میں "قال" کو دخل نہیں دیا۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تصوف تمام تر عمل ہے، اس کا فلسفے کی طرح شرح و بیان میں آنا مشکل ہے اور جو کچھ قید الفاظ میں آئے گا وہ "تصوف" نہیں ہوگا۔ عبدالرحیم خانخاناں کا دوہا اسی مضمون کا ہے:

رحیمن بات اگم کی کہن سُنن کی ناہیں　　جانت ہیں سو کہت نہیں کہت سو جانت ناہیں

اور حضرت چشتیہ کے اس نظریے کو شیخ سعدی شیرازی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

این مدعیاں در طلبش بے خبرانند — آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

اس لئے چشتی سلسلے کے بزرگوں نے تصوّف کی نظری صورت کو چھوڑ کر اُس کی عملی شکل پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور اُنھیں اپنا پیغام عام کرنے میں جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی اُس کا راز بھی یہی تھا۔ "فوائد الفواد" میں ہے کہ ایک دن ایک نوجوان اپنے ساتھ اپنے ایک ہندو دوست کو لے کر حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں آیا۔ اور اُس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "این برادرِ من است" حضرت نے اُس نوجوان سے پوچھا کہ تمہارے اس بھائی کو کچھ اسلام کی طرف بھی رغبت ہے یا نہیں؟" اُس نے کہا کہ میں اسے مخدوم کی خدمت میں لے کر اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی نگاہ کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ اور فرمایا: "این قوم را چندان بگفتہ کسے دل نگردد، اما اگر صحبتِ صالحے بیابد اُمید باشد کہ ببرکتِ صحبتِ او مسلمان شود" (اس قوم پر کسی کے کہنے سننے سے اثر نہیں ہوتا ہاں اگر کسی صالح کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو امید ہوتی ہے کہ اُس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں۔)

یہ واقعہ "فوائد الفواد" میں ۴۔ رمضان ۷۱۰ھ کی مجلس کے بیان میں ضمناً آ گیا ہے لیکن یہ چشتی صوفیہ کے مشن کو سمجھنے کے لئے بے حد اہم اور قابلِ غور نکتہ ہے۔ خود حضرت کا یہ سوال کرنا کہ "این برادر تو ہیچ میل بہ مسلمانی دارد؟" دعوتِ حق سے گہرے قلبی تعلق کو ظاہر کرتا ہے اور جب اُس لڑکے نے دعا کی درخواست کی تو آپ کا "چشم پُر آب" ہو جانا قرآن کے اس فرمان کی نہایت گہری اور اصلی عملی ترجمانی ہے کہ "وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (۳/۱۰۴) اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دعوتِ اسلام کی روح کو ان بزرگوں نے کیسا سمجھا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "الدین النصیحۃ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین خیر خواہی کا نام ہے، اور یہی وہ سچی خیر خواہی ہے جو حضرت نظام الدین کو اس موقع پر "چشم پُر آب" کر دیتی ہے۔ آپ نے تبلیغ دین کا اصول بھی بتا دیا کہ جس "خیر" کی طرف تم کسی کو بلا رہے ہو اُس کا نمونہ خود بن کر دکھاؤ۔ تب دعوت الی الخیر کا حق ادا ہوگا۔ قرونِ وسطیٰ میں علمائے سو کا کردار کچھ بھی رہا ہو لیکن جو صاحب کردار علمائے شرع تھے انھوں نے بھی خوب کچھ لیا تھا کہ ہندستان میں دعوت دین کے لئے "تصوف" کی ضرورت ہے بحث ومناظرے کی نہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے ہم عصر مولانا رضی الدین صغانی صاحب "مشارق الانوار" بہت ممتاز محدث اور عالم تھے اُن کے ہمعصر علماء میں کوئی بھی علم حدیث اور فقہ میں اُن کا ہمپایہ نہ تھا وہ ان معدودے چند علماء میں سے تھے جنھوں نے اس زمانے میں بغداد اور حجاز پہنچ کر حدیث کی سماعت کی تھی، حضرت نظام الدین اولیاء نے "فوائد الفواد" میں اُن کی تعریف میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ اُن کی تالیف "مشارق الانوار" آج بھی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور حدیث کی مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ علامہ صغانی کی ایک اور تالیف "مصباح الدجیٰ" بھی تھی چنانچہ جب مولانا ناگور پہنچے ہیں تو اُنھوں نے ایک محفل میں، اور ایک ہی نشست میں پوری "مصباح الدجیٰ" کی قرات کی تھی اور سماعت کرنے والوں کا بڑا بھاری مجمع تھا جس میں قاضی حمید الدین ناگوری، اور قاضی کمال الدین جیسے فضلاء بھی استفادے کے لئے موجود تھے۔ مولانا صغانی خوب بڑی سی پگڑی باندھتے تھے جس کی چھوڑا آگے کی طرف لٹکی ہوتی تھی بہت لمبی چوڑی آستینوں کا کرتا ہوتا تھا' یہ اُس زمانے کے علماء کی ہیئت تھی یہیں ناگور کے ایک صاحب نے مولانا سے بہت اصرار کیا کہ میں آپ سے کچھ "علم تصوف" سیکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے کہا کہ یہاں تو مجھے بالکل فرصت نہیں ہے، لوگ حدیث کی سماعت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اتنا وقت نہیں ہوتا کہ تمہیں علم تصوف سکھاؤں البتہ اگر تمہیں اپنی ہی خواہش ہے تو میرے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلو جب ہم غیر مسلموں کے علاقے میں پہنچیں گے جہاں علم حدیث اور فقہ کے طلب گاروں کا اتنا ہجوم نہیں ہوگا تو میں تمہیں اطمینان سے "علم تصوف" سکھاؤں گا۔ چنانچہ مولانا اور یہ تصوف کے طالب علم نکلے اور ناگور سے بجاور کی طرف راہی ہوئے گجرات کی سرحد کے شروع ہوتے ہی مولانا نے اپنا لمبی آستینوں والا کرتا اور بڑی پگڑی لپیٹ کر ایک بقچے میں رکھی اور کوتاہ آستینوں کا درویشوں والا لباس زیب تن کیا سر پہ کلاہ رکھی اور پاؤں میں جوتے کی جگہ کھڑاویں آگئیں، ایک مٹی کا آب خورہ پانی پینے کے لئے لے لیا اور نماز و نوافل پڑھتے ہوئے سفر کی منزلیں طے کرنے لگے۔ جب اس طرح کئی دن گذر گئے تو اس طالب علم تصوف نے کہا کہ مولانا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے کچھ علم تصوف سکھائیں گے اور اس امید پر میں گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ لگ گیا ہوں مگر آج اتنے دن ہوگئے آپ نے ایک بات بھی نہیں سکھائی۔ مولانا فرمانے لگے کہ میاں علم تصوف "قال" نہیں ہے "حال" ہے۔ جیسے میں عبادت کر رہا ہوں اور عام لوگوں سے برتاؤ کر رہا ہوں بس ویسے ہی تم بھی کئے جاؤ یہی "علم تصوف" کہلاتا ہے۔" (سرور الصدور و نور البدور) (قلمی) نسخہ حبیب گنج علی گڑھ۔

مولانا صغانی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث ہوئے ہیں۔ اس دور کے جید علماء ان کی صحبت سے استفادہ کرتے تھے لیکن وہ بھی یہ نکتہ اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے کہ یہ معقولی اور منقولی بحثیں یہ مناظرے اور مکابرے یہ فلسفہ اور منطق، یہ مسئلے اور تاویلیں، صرف اسلام کے ظاہر کو پیش کر سکتی ہیں اس کی روح کو اور بھی مخفی اور بے اثر بنا دیتی ہیں۔ اسلام کی اصلی تعلیم وہی ہے جسے صوفیاء اپنے عمل سے پیش کر رہے ہیں اور اسی نے ہندوستان میں اسلام کو فروغ دیا اور دلوں کو جوڑنے کا کام کیا ہے۔ چنانچہ مولانا صغانی بھی جب غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں جاتے ہیں تو صوفیاء کا لباس زیب تن کر لیتے ہیں اور اپنا چوغا طے کر کے رکھ دیتے ہیں۔

اس مقدمے میں دو باتیں واضح ہوگئیں۔ ایک تو یہ کہ سہروردی سلسلے کے بزرگوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصوف کی نظری سطح پر تشریح وتفسیر کی اور اس کے علمی اور فلسفیانہ پہلوؤں پر کتابیں تصنیف کیں جن سے دوسرے سلسلے والوں نے بھی فائدہ اٹھایا مگر اپنے خانقاہی نظام عمل میں انھوں نے دین اور دنیا کے جام وسندان کو ایک توازن کے ساتھ یکجا رکھنا چاہا اور حاکمانِ وقت پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش کی، اس لئے ان کی خانقاہیں زمان ومکان کے اعتبار سے محدود ہوکر رہ گئیں جب کہ چشتیوں کی خانقاہیں چھوٹے چھوٹے دیہات وقصبات تک میں پہنچ گئیں اور عوام کے دلوں میں ان کے لئے گھر بن گئے۔ اس دین ودنیا کی آمیزش کے پیدا ہونے والے تضاد کو ابتدا ہی میں محسوس کرکے چشتی صوفیا نے "ترک" کے فلسفے پر زور دیا اور اپنے مریدوں کو اسکی تربیت دینے کے لئے "چہار ترکی" کلاہ پہنانی شروع کر دی ان کا کہنا تھا کہ "مرد عالی ہمت نشود تا ترک دنیا نگیرد" اور اس "ترک کا" پہل یہ تھا کہ جب دہلی کے "شیخ الاسلام" کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی سے حسد ہونے لگا اور اس کی شکایت پر حضرت خواجہ غریب نواز رح نے یہ فرمایا کہ "قطب الدین تم میرے ساتھ اجمیر چلو میں نہیں چاہتا کہ میرے کسی جانشین کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچے" اور حضرت بختیار کاکی اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں دہلی کو خیرباد کہہ کر جانے لگے تو آپ کو رخصت کرنے کے لئے ہزارہا مرد عورتیں بوڑھے اور بچے گریہ وزاری کرتے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے شہر پناہ سے باہر تک نکل آئے۔ اس ہجوم میں بوڑھا بادشاہ التمش بھی موجود تھا۔ سب کی یہ حالت دیکھ کر حضرت خواجہ بزرگ نے حضرت صاحب کو اپنے ساتھ اجمیر لے جانے کا ارادہ فسخ کر دیا۔

یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے اور کتب تواریخ میں چشتی حضرت کے عوام سے براہ راست رابطے کی سب سے قدیم اور بدیہی مثال یہی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ بزرگ خانقاہوں کے گوشوں میں بیٹھ کر محض انفرادی نجات کے حصول کی کوشش نہیں کر رہے تھے بلکہ انھوں نے اپنے عہد کے سماجی مسائل سے خود کو بہت گہرائی تک وابستہ کر لیا تھا۔ انھوں نے ملوک وسلاطین اور سرکار دربار کو کبھی منہ نہیں لگایا، نہ کبھی دنیا کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کی، اور وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئی تو اسے جمع کر کے نہیں رکھا، اس طرح اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ دراصل فقر بھی ایک عظیم دولت ہے۔

وہ غریبوں، مسکینوں، درماندہ حال اور پسماندہ طبقے کے انسانوں کی نمائندگی کرتے تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی متابعت کرتے تھے ان کی دعا یہ ہوتی تھی: اللّٰھمّ احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین غریبوں اور مسکینوں سے سچی محبت کی مثال اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی زندگی اور موت اور حشر و نشر بھی ان کے ساتھ طلب کیا جائے چشتی بزرگوں کی خانقاہوں میں ہمیشہ مفلسوں اور مسکینوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ جب ۱۲-۱۳ برس کے ہی تھے اور بدایوں میں علم لغت پڑھ رہے تھے اُس وقت ایک قوال نے جس کا نام ابوبکر خرّاط تھا اُن کے استاد کے سامنے بہت سی اُن خانقاہوں اور درویشوں کا تذکرہ کیا جہاں وہ حاضری دے چکا تھا۔ اُس نے حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کا تذکرہ کیا تو اُس کے ساتھ اُن کی دولت مندی اور خدم و حشم کا ذکر ہونا لازمی تھا۔ حضرت نظام الدین نے اس سے کوئی اثر قبول نہیں کیا مگر حضرت بابا فرید کے فقر محض، کا حال سُن کر انھیں خاص کیفیت کا احساس ہوا اور انھوں نے اُس وقت یہ طے کر لیا تھا کہ کبھی نہ کبھی شیخ کی خانقاہ میں حاضری ضرور دیں گے۔ ان کی یہ طبعی کشش بھی دراصل چشتی فقر کی طرف تھی جس کی ترویج کے لئے آگے چل کر آپ کو اپنی زندگی وقف کرنا تھی۔ بقول خود اُن کے پیر و مرشد حضرت بابا فریدؒ کا حال یہ تھا کہ "دونوں عالم نظر میں ہیچ تھے" ایک بار عصا لے کر چل رہے تھے اُس پر تکیہ کرنے کا خیال آیا تو فوراً ہاتھ سے پھینک دیا۔ اور اُن کے یہ مرید بھی ایسے تھے کہ جب اُنھوں نے کسی سے سنا کہ حضرت بہاء الدین ذکریا نے اپنے بیٹے شیخ رکن الدین کو کوئی خاص وظیفہ تعلیم کیا تھا تو آپ کو بہت دنوں تک یہ فکر رہی کہ کسی طرح وہ وظیفہ معلوم ہو جائے۔ بارے جب شیخ رکن الدین ملتانی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے وہ وظیفہ حضرت نظام الدین کو بھی بتا دیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں ایک جگہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لفظ "یا مسبب الاسباب" بھی آتا ہے۔ بس یہ "اسباب" کا نام دیکھ کر طبیعت نے ایسا کیا اور جس دعا کے حصول کے لئے آپ برسوں منتظر رہے تھے جب وہ مل گئی تو اسے کبھی ایک بار بھی نہیں پڑھا۔

حضرت بابا فریدؒ کے سامنے کسی نے کہا کہ شیخ زکریا فرماتے ہیں مجھے اس دولت کو خرچ کرنے کے لئے "اذنِ حق" نہیں ہے۔ باباصاحب نے فرمایا کہ وہ مجھے معین دن کے لئے اپنی تمام دولت کا مختار بنا دیں انشاء اللہ سب خرچ کردوں گا اور ایک درہم بھی "اذنِ حق" کے بغیر کسی کو نہیں دوں گا۔

چشتی سلسلے کے ممتاز بزرگوں میں حضرت بابا فریدؒ اور حضرت نظام الدین اولیاؒ کے کچھ حالات اور واقعات ہمیں مل جاتے ہیں جن سے چشتی خانقاہوں کے نظام اور بزرگوں کی تعلیمات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن حضرت خواجہ بزرگ کے بارے میں تاریخ اور تذکرے ہمیں بہت ہی کم معلومات فراہم کرتے ہیں اور بعد کے زمانے میں کچھ روایات کے اضافوں نے اس تھوڑے سے تاریخی مواد کو بھی مبہم بنا دیا ہے۔ پروفیسر محمد حبیب مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ خواجہ صاحب کے حالات میں قدیم ترین کتاب "سیر الاولیاء" ہے جو حضرت خواجہ اجمیریؒ کے وصال سے تقریباً سوا سو برس کے بعد مرتب ہوئی ہے۔ اس میں جو معلومات درج ہیں اُن پر کچھ اضافہ شیخ جمالی دہلوی مولف سیر العارفین کیا ہے جو سہروردی سلسلے کے بزرگ تھے اور عہد ہمایوں بادشاہ میں سیر و سیاحت کرتے بھی نکلے تھے وہ خواجہ بزرگ کے وطن اصلی سیستان بھی پہنچے تھے اور انھوں نے حضرت خواجہ اور آپ کے خاندان وغیرہ کے بارے میں کچھ مواد وہاں کی مقامی روایتوں سے بھی فراہم کیا ہوگا۔ لیکن بہ حیثیتِ مورخ پروفیسر محمد حبیب کا یہ خیال صحیح ہے کہ خواجۂ بزرگؒ اور شیخ جمالی کے عہد میں تقریباً تین صدیاں حائل ہیں اور یہ بات بہت ہی مستبعد اور مشتبہ ہے کہ شیخ جمالی کو اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی سیستان میں کچھ ایسے معتبر رواۃ مل سکے ہوں جو خواجۂ بزرگؒ کے بارے میں کچھ مستند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معلومات فراہم کرسکتے ہوں۔

خواجۂ بزرگ کے جو حالات اب ہمیں معلوم ہیں اور متداول تذکروں میں ملتے ہیں اُن میں شیخ جمالی کے سفرِ سیستان وغیرہ کی "رہ آورد" کیا ہے؟ اور اس کا استناد کس درجے کا ہے؟ یہ ایک علیحدہ تحقیق کا موضوع ہے، لیکن مجھے سرِ دست صرف یہ عرض کرنا ہے کہ پروفیسر محمد حبیب مرحوم کی اس رائے میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے جہاں تک خواجہ صاحب کے بارے میں تاریخی شہادتوں کا سوال ہے عہدِ وسطیٰ کے بعض مورخوں کی رائے میں آپ کا تذکرہ سب سے پہلے طبقاتِ ناصری میں پایا جاتا ہے جو ۶۵۸ھ (۱۲۶۰ء) کی تصنیف ہے۔ اس کے مصنف قاضی منہاج سراج جوزجانی ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) میں پیدا ہوئے تھے اور اجمیر، سوالک، ہانسی، سرسی، وغیرہ علاقے رائے پتھورا کی شکست کے بعد ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) میں فتح ہوئے تھے۔ اس سے اگلے سال ۵۸۹ھ میں قطب الدین ایبک نے پہلے میرٹھ پھر دہلی کو فتح کیا تھا۔ ۶۲۱ھ (۱۲۲۴ء) میں وہ ایک سفارت لے کر قہستان گئے تھے اور وہاں سے واپس آنے کے بعد ۶۲۴ھ (۱۲۲۷ء) میں مدرسہ فیروزی اوچھ کے نگران مدرس بنا دیئے گئے تھے۔ وہ ۶۲۵ھ (۱۲۲۸ء) میں التتمش کے لشکر کے ساتھ دہلی آگئے تھے۔ اس لئے اگر خواجۂ بزرگ سے ان کی ملاقات ہوئی تو اُس کا زمانہ ۶۲۵ھ اور ۶۳۳ھ کے درمیان آٹھ سال کا عرصہ ہو سکتا ہے جب وہ لشکرِ شاہی میں شامل ہوکر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھوم رہے تھے۔ مگر اُنھوں نے خواجۂ بزرگ سے اپنی ملاقات کا حال واضح اور راست انداز میں کہیں نہیں لکھا ہے۔ جہاں رائے پتھورا کی شکست کا ذکر ہے اُس موقع پر کہتے ہیں: "ایں داعی از ثقہ شنید کہ از معارفِ جبالِ بلادِ تولک بود، لقبِ او معین الدین۔ او می گفت کہ من دراں لشکر با سلطانِ غازی بودم، عدد سوار لشکرِ اسلام دراں وقت صد و بست ہزار برگستواں بود۔" (طبقاتِ ناصری: ۱۱۹) "طبقاتِ ناصری" کے اس حوالے کا بھی گہرا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے مجھے یہ ماننے میں بہت تامل ہے کہ یہ بیان حضرت خواجہ "بزرگ" کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارے میں ہو سکتا ہے یہ درست ہے کہ اکثر فاتحین نے اپنے لشکر کے ساتھ چشتی بزرگوں کو برائے حصولِ برکت شریکِ سفر کیا ہے اور یہ بزرگ زمین یا خزانوں کی لالچ میں نہیں، بلکہ تبلیغِ دین اور حمایتِ شرعِ مبین کے جذبے کے ساتھ اس لشکر کشی میں شامل ہوتے تھے۔ خواجہ بزرگ بھی اس وقت ہندوستان میں تھے اور شہاب الدین غوری اپنی ہر مہم میں کچھ درویشوں اور بزرگوں اور عالموں کو ساتھ لے کر نکلتا تھا چنانچہ علی گڑھ کی مہم میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے نور الدین مبارک غزنوی اور ان کے بھانجے حضرت نظام الدین ابو المؤید اس کے ساتھ تھے اور فتح کے بعد اس علاقے کی قضا ان کے خاندان کے حوالے کی گئی تھی۔ اجمیر کی مہم میں خواجہ بزرگ کی روحانیت نے جو مدد کی اس کا حوالہ سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات میں بھی آتا ہے۔ لیکن یہاں منہاج سراج نے جس انداز سے تذکرہ کیا ہے اسے دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ کی سی عظیم شخصیت کا ایسا سرسری حوالہ نہیں ہو سکتا کہ صرف "از ثقہ شنیدم" کہہ کر گذر جائیں۔

اگر "طبقاتِ ناصری" کے اس بیان کو خواجہ بزرگ کے بارے میں نہ مانا جائے تو پھر آپ کا قدیم ترین حوالہ حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات میں ملتا ہے۔ "فوائد الفواد" میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی علیہ الرحمۃ کا نام مبارک صرف تین مقامات پر آیا ہے وہ بھی براہ راست نہیں ہے بلکہ ضمناً ہے۔

۱۵ محرم ۷۱۰ھ کی مجلس میں یہ تذکرہ تھا کہ سلامتی ایمان کی کیا علامت ہے؟ حضرت نظام الدین اولیاء نے حاضرین سے فرمایا کہ نگاہداشتِ ایمان کے لئے نماز مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ان کی ترکیب بیان فرما کر یہ واقعہ سنایا کہ "میں نے شیخ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ العزیز کے پوتے خواجہ احمد کی زبانی سنا اور یہ خواجہ احمد بہت ہی صالح تھے۔ انھوں نے کہا کہ میرا ایک ساتھی تھا سپاہی۔ وہ ہمیشہ یہ دو نفل حفظِ ایمان کے لئے پڑھا کرتا تھا حتی کہ ایک بار ہم لوگ ناوقت حدودِ اجمیر میں تھے۔ مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ اس علاقے میں رہزنوں کا بہت اندیشہ تھا اور ڈاکو دور سے نظر بھی آنے لگے۔ ہم نے جلدی جلدی تین فرض اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو سنتیں پڑھیں اور شہر کی طرف آ گئے۔ وہ ساتھی باوجود اس کے کہ رہزن نمودار ہو گئے تھے نفل پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ پھر جب اس دوست کے انتقال کا وقت آیا تو میں تفحص احوال کے لئے اس کی تربت پر آیا تو دیکھا کہ جس شان سے اسے دنیا سے جانا چاہیئے تھا اسی طرح گیا ہے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ خواجہ احمد تو اس جوان کے انتقال کا قصہ سنا کر یہ کہتے تھے کہ اگر مجھے گواہی کے لئے کرسی قضا کے سامنے لے جائیں تو میں گواہی دوں گا کہ وہ باایمان گیا ہے۔" (فوائد ۷۷،۷۸)

دوسرے موقع پر ۱۲ ذی قعدہ ۷۱۸ھ کی مجلس میں شیخ حمید الدین سوالی کے بیان میں یہ فرمایا کہ "مرید شیخ معین الدین بود ہم خرقہ شیخ قطب الدین۔" (فوائد ۳۴۶) تیسرا حوالہ ۵ رمضان ۷۲۰ھ کی مجلس میں اس طرح ہے کہ حضرت شیخ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے خواجہ وحید الدین اجودھن میں حضرت بابا فرید کی خانقاہ میں آئے اور ان سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ نعمت آپ کے ہی خاندان سے ملی ہے میرے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ کو بیعت کروں مگر انھوں نے بہت اصرار اور الحاح کیا کہ مجھے تو آپ سے ہی مرید ہونا ہے تو بابا صاحب نے دست بیعت بڑھا دیا۔" (فوائد ۴۰۵)

ان تین حوالوں کے سوا خواجہ بزرگ کا نام فوائد الفواد میں اور کہیں نہیں آیا اور ان میں بھی آپ کے دو پوتوں خواجہ احمد اور خواجہ وحید الدین علیہما الرحمۃ کا تذکرہ ہے خود خواجہ صاحب کا نہیں۔ اگر منہاج سراج والے حوالے کو خواجہ بزرگ کے بارے میں نہ مانا جائے تو "فوائد الفواد" وہ قدیم ترین کتاب ہے جس میں خواجہ بزرگ کا اسم مبارک پہلی بار ۷۱۸ھ کی مجلس میں ملتا ہے۔ اور اگر "فوائد الفواد" کے ان حوالوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ حضرت خواجہ سے براہ راست متعلق نہیں ہیں بلکہ آپ کے پوتوں کے تذکرے میں ضمناً آپ کا نام مبارک آیا ہے، تو پھر ہمارے معلوم اور موجود ماخذ میں "سیر الاولیاء" ہی وہ قدیم ترین کتاب رہ جاتی ہے جس میں حضرت خواجہ بزرگ کا تذکرہ ملتا ہے۔ سیر الاولیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ بیس سال تک سفر و حضر میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی کے ساتھ رہے تھے۔ اس کتاب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کا بغداد اور حجاز کا سفر کرنا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہونا بھی دریافت ہوتا ہے، حالانکہ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ میں سے کسی نے حج نہیں کیا۔ مؤلف سیر الاولیاء نے حضرت خواجۂ بزرگ کی چند کرامتیں بھی لکھی ہیں جن کا دوسرے تذکرہ نگاروں کے ہاں بھی بیان ہوا ہے، لیکن امیر خورد نے سب سے اہم بات یہ لکھی ہے کہ:

"آپ کی کرامات اور علوے درجات کے ثبوت میں اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ خواجۂ بزرگ کے سلسلے سے وابستہ ہونے والے ایسے عظیم المرتبت انسان ہوئے ہیں اور انھوں نے بندگان خدا کی ایسی دستگیری کی ہے، اور انھیں دنیا کے مکر و فریب سے بچایا ہے، کہ قیام قیامت تک ان کی عظمت کا غلغلہ فلک و ملک کے کانوں میں گونجتا رہے گا اور ان سے محبت کرنے والی مخلوق کو اس محبت کے طفیل "مقعد صدق" میں جگہ ملتی رہے گی۔ پھر مؤلف کہتا ہے کہ اس آفتاب اہل یقین نے ہندوستان کو نور اسلام سے ایسا منور کر دیا ہے کہ آپ کی تعلیم و تبلیغ کی بدولت جو لوگ مسلمان ہوئے اُن کی اولاد میں جب تک سلسلہ ایمان و اسلام کا جاری رہے گا، اس کا اجر و ثواب آپ کی بارگاہ باجاہ میں پہنچتا رہے گا۔"

———— (باقی) ————

فہرست کتب

اور

ادارے کے قواعد و ضوابط مفت طلب فرمائیے

جنرل منیجر ندوۃ المصنفین اردو بازار۔ جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com